دارالافتاء جامعہ اسلامیہ طاہریہ اورنگی ٹاؤن کراچی
قرآنی مصاحف سے متعلق چند قوانین (مولانا حق نواز کوہاٹی)

یادرہے کہ قرآنِ کریم کی کتابت وطباعت میں باجماعِ صحابہ، تابعین، باتفاق ائمہ مجتہدین پوری امت۔علی صاحبہا الف الف تحیۃ۔مصحفِ عثمانی جس کو اصطلاح میں "امام" کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔اس کی اتباع واجب ہے اس کے خلاف کرنا تحریف دین اور زندقہ کے حکم میں ہے۔یہی وجہ ہیکہ عہدِ صحابہ میں جب اسلام عرب سے نکل کر عجم میں پھیلنا شروع ہوا اور لوگوں کے قلوب قرآنِ مجید کی انقلابی تعلیمات سے منور ہونے لگے۔اس وقت قاریانِ قرآن معدودے چند افراد تھے۔شام وعراق، خراسان وہندوستان وغیرہ ممالکِ عجم میں اس بات کی اشد ضرورت تھی، کہ ہر ملک کے رسمِ خط میں قرآن لکھوا کر بھیجا جائے، تاکہ وہ آسانی سے پڑھ سکیں، لیکن قرونِ اولی میں کوئی بھی ایک واقعہ ایسا نہیں ملتا، کہ قرآن کریم کو عجمی رسم خط میں لکھنے، لکھوانے کی اجازت دی گئی ہو، بلکہ جس رسمِ خط میں جنابِ رسول اللہ ﷺ نے قرآن کی کتابت کرائی تھی اور خلیفہ اول سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جس رسم میں مصحف کو مرتب کیا تھا، خلیفہ سوم سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے عہد میں جس رسمِ خط پر تعاملِ صحابہؓ ہوا اور آپؓ نے جس کی نقل مختلف اطراف میں روانہ فرمائی تھی، وہی طرزِ تحریر اس وقت بھی تھا اور آج بھی مسلمانوں میں مروج ہے۔نہ کسی نے اس کی مخالفت کی اور نہ ہی اُسے بدلنے کی کوشش کی ہے۔صحیح بخاری "کتاب فضائل القرآن" میں حضرت انسؓ کی وہ روایت موجود ہے جس میں مزاجِ نبوی ﷺ کے مطابق رسم خط پر تعامل واجماع صحابہؓ کا ذکر ہے۔

انّ انس بن مالک حدثه :انّ حذیفةبن الیمان قدم علی عثمان و کان یغازی اهل الشام فی فتح ارمینیه و اذربیجان مع اهل العراق فافزع حذیفة اختلافهم فی القراء ة فقال حذیفة لعثمان یاامیر المومنین ادرک هذه الامة قبل ان یختلفوافی الکتاب اختلاف الیهود و النصاری فارسل عثمان إلی حفصة ان ارسلی بالصحف ننسخها فی المصاحف ثم نردهاالیک فارسلت بهاحفصة إلی عثمان فامر زیدبن ثابت و عبدالله بن الزبیر وسعید بن العاص وعبد الرحمن بن الحارث بن هشام فنسخوهافی المصاحف وقال عثمان للرهط القریشین الثلثلة إذااختلفتم انتم وزید بن ثابت فی شیء من القرآن فاکتبوه بلسان القریش فانّما نزل بلسانهم ففعلوا حتی اذا نسخوا الصحف فی المصاحف رد عثمان الصحف الی حفصة وارسل الی کل اُفُق بمصحف مما نسخوا وامر بما سواه من القرآن کل صحیفة او مصحف ان یحرق . (البخاری، محمد ابن اسماعیل، الصحیح البخاری: ج ۲ ص ۷۴۶، ط قدیمی، کراچی)

حضرت انسؓ کی اس مذکور بالا حدیث کا حاصل یہ ہے کہ حضرت حذیفہ بن یمانؓ ملکِ شام کے جہاد اور آرمینیہ وآذربائیجان کی فتح میں شریک تھے۔انہوں نے اہلِ عراق کو قرآن کی مختلف قراءتوں میں اختلاف کرتے ہوئے دیکھا تو خلیفہ وقت امیر المؤمنین سیدنا عثمان غنی کی خدمت میں حاضر ہو کر سخت تشویش کا اظہار اپنے ان الفاظ میں کیا: "یا امیر المؤمنین !ادرک هذه الأمة قبل ان یختلفوا فی الکتاب اختلاف الیهود والنصاری" کہ اے امیر المؤمنین! آپ اس امت کی خبر لیں اس سے پہلے کہ ان میں کتاب اللہ کے بارے میں یہود ونصاری جیسا اختلاف واقع ہو جائے، چنانچہ حضرت عثمانؓ نے تمام اجلہ صحابہ زید بن ثابت، عبداللہ بن زبیرؓ، سعید بن عاصؓ، عبدالرحمٰن بن حارث بن ہشامؓ

وغیرہ کے مشورے اور اتفاق رائے سے اعلان کر دیا کہ لغتِ قریش پر قرآن لکھا اور پڑھا جائے دوسری تمام لغات کو موقوف کر دیا جائے۔ باجماع صحابہؓ لغتِ قریش پر قرآن کریم کے سات نسخے لکھوائے گئے۔ جماعت صحابہؓ کے سامنے اس کو پڑھا گیا۔ اس کے بعد وہ نسخے بلادِ عرب وعجم مکہ ،شام، یمن، بحرین، بصرہ اور کوفہ میں بھیجے گئے اور ایک نسخہ مدینہ منورہ میں روکا گیا۔ جیسا کہ ''الا تقان فی علوم القرآن'' کی عبارت سے یہ بات مترشح ہوتی ہے:

قال ابن ابی داؤد :" وسمعت ابا حاتم السجستانی یقول:" کتب سبعة مصاحف ،فارسل الی مکة،والی شام ،والی الیمن ،والی البحرین ،والی البصرة ،والی الکوفة ،و حبس بالمدینة واحداً. (السیوطی،جلال الدین: ج۱،ص۱۲۱،ط قدیمی،کراچی)

باجماع امت ان نسخوں کی اتباع ہر چیز میں لازم اور ضروری قرار دی گئی۔ اس کو علامہ محمود بن احمد آلوسی نے اپنی مایہ ناز تفسیر ''روح المعانی'' میں ان الفاظ کے ساتھ ذکر فرمایا:

وبالجملة بعد اجماع الأمة علی هذاالمصحف لا ینبغی ان یصاخ إلی احادالأخبار ولا یشرأب الی تطلع غرائب الآثار . (ج۱،ص۳۷،دارالاحیاء التراث العربی، لبنان)

خلاصہ بحث یہ ہے کہ رسم خط عثمانی کا اتباع لازم اور واجب ہے۔ اس کے سوا کسی دوسرے رسم خط میں اگرچہ وہ عربی ہی کیوں نہ ہو۔ قرآن کی کتابت جائز نہیں اور نہ ہی اس کو پڑھنا جائز ہے جیسا کہ ''الا تقان فی علوم القرآن'' کی عبارت سے واضح ہے:

واعلم ان الخارج عن السبع المشهورة علی قسمین :منه ما یخالف رسم مصحف فهذا لا شک فی انه لاتجوز قرأته لا فی الصلاة ولافی غیرها (ج۱،ص۱۶۲)

اس عدمِ جواز کی وجہ یہ ہے کہ رسم خطِ عثمانی توقیفی یعنی آنحضرت ﷺ کا مقرر کردہ ہے۔ جیسا کہ ''الا تقان فی علوم القرآن'' میں ہے:

قال ابن فارس الذی تقوله :ان الخط توقیفی (ج۲،ص۳۲۸)

قال اشهب : سئل مالک هل یکتب المصحف علی ما احدثه الناس من الهجاء .فقال :لا الا علی الکتبة الأولی رواه الدانی فی المقنع ،ثم قال ولا مخالف له من علماء الأمة (الا تقان فی علوم القرآن: ج۲،ص۳۲۸-۳۲۹) امام مالک سے پوچھا گیا کہ قرآن مجید کو خاص اس طرز میں لکھ سکتے ہیں جو آج کل لوگوں نے ایجاد کیا ہے۔ آپ نے فرمایا: نہیں، بلکہ اسی پہلے طرز کتابت پر ہونا چاہیے۔ اس کو علامہ دانی نے مقنع میں نقل کر کے فرمایا: علماء میں سے کوئی امام مالک کا اس بارے میں مخالف نہیں ہے۔

قال الإمام احمد : یحرم مخالفة خط مصحف عثمان فی واوٍ او یاءٍ او الفٍ اوغیر ذلک (الا تقان فی علوم القرآن: ج۲،ص۳۲۹) علامہ سیوطی نے امام احمد کے بارے میں لکھا ہے کہ انہوں نے مصحف عثمانی کے رسم خط کی مخالفت کو حرام کہا۔

وقال البیهقی فی شعب الإیمان من یکتب مصحفاً فینبغی ان یحافظ علی الهجاء الذی کتبوا به تلک المصاحف ولا یخالفهم فیه ولا یغیر مما

کتبوہ شیئاً ،فانھم کانو اکثر علماً، واصدق قلباً ولساناً، واعظم امانۃ فلا ینبغی ان نظن بانفسنا استدراکاً علیھم (الاتقان فی علوم القرآن: ج۲،ص۳۲۹) پھر علامہ سیوطی امام بیہقی کے قول کو نقل کرتے ہیں کہ جو شخص قرآن کی کتابت کرے تو ضروری ہے کہ اس طرز تحریر کی حفاظت کرے جس پر صحابہؓ نے مصاحف لکھے، ان کی مخالفت نہ کرے اور جو کچھ انہوں نے لکھا ہے کسی چیز میں تغیر نہ کرے، کیونکہ وہ (صحابہ) زیادہ علم والے اور زیادہ سچے دل وزبان والے اور زیادہ امانت دار تھے تو ہمارے لئے کسی طرح لائق نہیں کہ ہم اپنے متعلق گمان کریں کہ ہم انکی کسی کمی کو پورا کریں گے۔

اور یہ بات بھی ذھن نشین رہے کہ کسی بھی دور میں قرآن کی قرأت معتبر ماننے کے لئے تین شرائط کو لازمی سمجھا گیا۔

(۱) وہ حضور ﷺ سے صحیح سند کے ساتھ ثابت ہو۔(۲) وہ عربی زبان کے قواعد کے موافق ہو۔(۳) وہ مصحف عثمانی کے رسم خط کے مطابق ہو۔

اگر ان تین شرائط میں سے کوئی بھی ایک شرط بھی مفقود ہو تو وہ شاذ قرأت کہلاتی ہے اور پوری امت میں سے کسی نے اسے معتبر نہیں مانا۔

الأصل المعتمد علیہ صحۃ السند فی السماع واستقامۃ الوجہ فی العربیۃ وموافقۃ الرسم .....ومتی فقد شرط من الثلاثۃ فھو من الشاذ. (الاتقان فی علوم القرآن)

اس پوری بحث سے یہ نتیجہ نکلا کہ مجوزہ نسخوں میں اگر رسم عثمانی اور شرائط مذکورہ کی رعایت نہ رکھی گئی تو ایسے نسخوں کو شائع کرنا ناجائز اور حرام ہے، لیکن اگر ان شرائط کو ملحوظ نظر رکھا گیا اور اس کی پوری پابندی کی گئی تب بھی ایسے نسخوں کی اشاعت سے بہت سے مفاسد جنم لیں گے۔

مثلاً: (۱) عوام الناس، بلکہ بہت سے خواص کو بھی تلاوت میں سخت دشواری پیش آئیگی۔

(۲) بے دین اور سیکولر طبقہ جن کا کام ہی عوام الناس کو دین سے متنفر کرنا ہے۔وہ لوگ قرآن کریم کے متعلق مسلمانوں کے اعتماد کو کمزور کرنے کی سعی مذموم کریں گے۔ان کے دلوں میں شکوک وشبہات ڈالیں گے جو تکذیب قرآن پر منتج ہوں گے۔حضرت علیؓ فرمایا کرتے تھے: ''لوگوں کو وہی باتیں بتاؤ جس کو وہ سمجھ سکیں، کیا تم چاہتے ہو کہ لوگ اللہ اور اسکے رسول کو جھٹلائیں'' (بخاری: ج۱،ص ۲۴، ط.قدیمی، کراچی)

اس طرح ابن مسعودؓ بھی فرمایا کرتے تھے: ''قوم کو ایسی باتیں نہ بتاؤ جس تک ان کی عقل کی رسائی نہ ہو، ورنہ ان کے لئے فتنے کا سبب بنے گی۔'' (فتح الباری: ج۱،ص۳۰۰، ط.قدیمی، کراچی)

(۳) تاریخ اس پر گواہ ہے کہ عہد عثمانؓ میں جو نسخے مرتب کئے گئے تھے ان کو درست طریقے پر پڑھنے کے لئے آپؓ نے ماہرین قرأت کا بندوبست فرمایا تھا اور آج ہماری حکومتوں سے اس بات کی توقع ہی نہیں کی جا سکتی، کہ وہ ملکی سطح پر ایسے اقدام اور انتظام کرے گی۔نتیجہ یہ نکلے گا کہ عام مسلمان قراءتوں کے فرق کو سمجھنے سے قاصر رہ جائیں گے، بلکہ اس سے بڑھ کر ان کے قرآن کے متعلق اعتماد واعتقاد میں کمی آ جائے گی۔اور یہ کوئی فرضی بات نہیں، یقیناً آپ کا بھی مشاہدہ ہوگا، کہ بعض جگہ ائمہ کرام نماز میں ''قل ھو اللہ احدن اللہ الصمد'' پڑھتے ہیں تو عوام الناس اور جہلاء فوراً بے باکی کے ساتھ اس کو غلط کہہ دیتے ہیں حالانکہ وصل اور وقف

دونوں طرح پڑھنا جائز ہے۔

(۴) اگر یہ کہا جائے کہ ہم پوری ذمہ داری اور احتیاط سے تمام شرائط کی رعایت رکھتے ہوئے یہ کام سرانجام دیں گے تو یاد رہے کہ قالون، ورش اور دیگر قراءت میں قرآن کو شائع کرنا زیادہ سے زیادہ مباح کے درجہ میں ہے جبکہ امت مسلمہ کو باہمی افتراق و انتشار سے بچانا واجب ہے۔امت کو متفق رکھنا اتنا ضروری ہے، کہ بسا اوقات اس کی وجہ سے واجب کو ترک کرنے کی گنجائش ہے، مثلاً عیدین میں جب مسلمانوں کے جم غفیر کے ساتھ نماز ادا کی جا رہی ہو اس وقت اگر ترک واجب کی بنا پر سجدہ سہو لازم ہو جائے اور ادائیگی سے افتراق وانتشار پیدا ہوتا ہو تو سجدہ سہو کو چھوڑ دینا بہتر ہے۔

قال فی التنویر وشرحه:(والسهو فی صلاة العید والجمعة و المکتوبة و التطوع سواء)والمختار عند المتأخرین عدمه فی الاولیین لدفع الفتنة کما فی البحر . قال العلامة أبن عابدین فی الرد:الظاهر أن الجمع الکثیر فیما سواهما کذالک کما بحثه بعضهم ط،وکذابحثه الرحمتی ،وقال خصوصافی زماننا وفی جمعة حاشیة أبی السعود عن العزمیة أنه لیس المراد عدم جوازه ،بل الأولی ترکه لئلا یقع الناس فی فتنة(الشامیۃ: ج ۲،ص ۹۲، ط.ایچ ایم سعید، کراچی، وکذا فی الھندیۃ: ج ۱،ص ۱۳۸، ط.رشیدیہ،کوئٹہ)

"آپ نے دیکھا، کہ جس مقصد کے حصول کے لئے فقہائے کرام نے واجب سے صرف نظر کر لینے کو گوارہ کیا۔کیا اس مقصد کو مباح کے ارتکاب سے فوت کرنے کی اجازت دی جاسکتی ہے؟

(۵) ہر وہ کام جو اپنی ذات کے اعتبار سے جائز، بلکہ کسی درجہ میں محمود بھی ہو، مگر اس کے کرنے سے کوئی فساد لازم آتا ہو یا اس کے نتیجہ میں لوگ مبتلائے معصیت ہوتے ہوں تو وہ کام بھی ممنوع ہو جاتا ہے۔ علامہ ابن عربی نے ''احکام القرآن '' میں ''**ولاتسبوا الذین یدعون من دون الله فیسبوا الله عدواً بغیر علم**'' (انعام:۱۰۸) کے تحت اس اصول کو قلمبند فرمایا ہے:

فمنع الله فی کتابه احداً أن یفعل فعلاً جائزاً یؤدی إلی محظور ولأجل هذا تعلق علماؤنا بهذه الآیة فی سد الذرائع وهو کل عقد جائز فی الظاهر یؤول أو یمکن أن یتوصل به الی محظور (احکام القرآن: ج ۲، ص ۷۴۳، دار الإحیاء التراث العربی،بیروت)

اشاعت کے اعلان کے ساتھ ہی مسلمانوں کے پرسکون ماحول میں اضطراب اور بے چینی کی کیفیت پیدا ہو چکی ہے، جس پر سوالات کی آمد شاہد ہے۔

خدارا! دین کے نام پر بے دینی، خیر خواہی کے عنوان پر بدخواہی کا دروازہ مت کھولیئے، امت مسلمہ کو ایک اور فتنے کی طرف مت دھکیلیئے، دشمنان اسلام کو دین اسلام پر نشتر چلانے کا نیا محاذ میسر نہ کیجئے۔ اللہ تعالی آپ کو عقلِ سلیم عطا فرمائے تا کہ کہیں آپ امت کے انتشار کا ذریعہ نہ بن جائیں۔